پس چہ باید کرد

ڈاکٹر عبدالغنی فاروق

میری آج کی گفتگو کا موضوع ہے ''پس چہ باید کرد'' یعنی میں اپنی عقل اور سمجھ کے مطابق یہ بتانے کی کوشش کرونگا کہ مسائل کے جس گورکھ دھندے میں ہم پھنس گئے ہیں، اس سے نکلنے کا طریقہ کیا ہے؟

آج یوں تو پوری امت مسلمہ غیر معمولی بحرانوں کی زد میں ہے، لیکن ہم یعنی اہل پاکستان واقعتاً حالت عذاب میں ہیں اور سیاسی، تہذیبی، معاشی، اخلاقی ہر اعتبار سے شدید ترین بحرانی کیفیت میں مبتلا ہیں، بدقسمتی سے قومی زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جہاں بدعنوانی پوری شان کے ساتھ موجود نہ ہو۔ اس پر مستزاد یہ کہ ہم اخلاقی زوال کی بھی آخری حدوں کو چھو رہے ہیں۔ ظلم وشقاوت، جھوٹ، مکاری، منافقت، بددیانتی، بے حسی اور حرام خوری گویا ہماری شناخت بن گئی ہے اور ان صفات کی وجہ سے ہم دنیا بھر میں بدنام ہیں۔ اس طرح گویا ہم نے اس اجتماعی عہد کو پاؤں تلے روند ڈالا ہے جو تحریک پاکستان کے وقت ہم نے دنیا بھر کے سامنے باندھا تھا کہ پاکستان میں اسلامی نظام نافذ ہوگا اور یہ ملک ایک مثالی اسلامی اور فلاحی ریاست کی حیثیت سے دنیا بھر کے لیے نمونہ بن جائے گا، لیکن افسوس کہ ہم نے ہر حوالے سے اس عہد کی خلاف ورزی کی اور پاکستان کو اسلامی تو کجا ایسے عام دنیا دارانہ قسم کا ایک جمہوری ملک بھی نہ بنا سکے، نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تبارک وتعالی نے اس وعدہ خلافی اور

ناشکرے پن کے نتیجے میں اپنے طے شدہ قانون کے مطابق ہمیں بھوک اور خوف کی عصبیتوں میں مبتلا کر دیا ہے (سورۃ النحل ۱۱۲/۱۶) اور اب اس بات میں کوئی مبالغہ نہیں کہ پاکستانی معاشرہ دنیا بھر میں سب سے زیادہ غیر محفوظ معاشرہ ہے اور بدترین انداز میں حزن اور یاس میں مبتلا ہے، چنانچہ امیر ہو یا غریب، عورت ہو یا مرد ہر طبقہ غیر معمولی نوعیت کی ٹینشن اور ڈیپریشن میں مبتلا ہے، یہاں بدقسمتی سے نہ کسی کی عزت محفوظ ہے، نہ جان و مال کو تحفظ حاصل ہے، انصاف رخصت ہو گیا ہے اور آبادی کی بہت بڑی تعداد خوفناک اور لاعلاج بیماریوں کی گرفت میں ہے۔ مثال دینے کی ضرورت نہیں ہے، کسی بھی دن کا، کوئی اخبار اٹھا کر دیکھ لیجیے، اس دردناک اور عبرت انگیز صورت حال کی کتنی ہی مثالیں سانپوں اور بچھوؤں کی طرح ڈسنے لگتی ہیں۔ چنانچہ ہم وعید خداوندی ہی کی روشنی میں ہر طرح کی تنگی اور پریشانی میں مبتلا کر دیئے گئے ہیں (طٰہٰ ۱۲۴) اور قتل و غارت گری اور بدامنی کے ساتھ ساتھ ہم آٹے کی قلت، بجلی اور پانی کے بحران اور غیر معمولی مہنگائی کے چنگل میں بہت بری طرح پھنس گئے ہیں۔ لیکن سب سے گھمبیر صورت حال ہمارے دریاؤں کی ہے آئندہ دو چار برسوں میں پاکستان صحرا میں تبدیل ہو جائے گا۔ اور کروڑوں انسان بھوک اور قحط کی وجہ سے لقمہ اجل بن جائیں گے۔

حضرات گرامی ایک عمومی نقطہ نظر یہ ہے۔ خود میں بھی ایک لمبے عرصے تک اسی غلط فہمی میں مبتلا رہا کہ ہماری بربادیوں اور رسوائیوں کے پیچھے ہندوستان کا، امریکہ کا اور اسرائیل کا ہاتھ ہے، لیکن جب قرآن پاک کی ایک آیت سامنے آئی تو آنکھیں کھل گئیں ﴿وَ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا﴾ [120:3] یعنی اگر تم صبر پر کاربند ہو جاؤ اور تقویٰ اختیار کر لو تو دشمنوں کی کوئی چال اور سازش تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گی، ظاہر ہے کہ دشمن تو سازش کرے گا، لیکن اس کی سازشیں قرآنی فیصلے کے مطابق اس وقت کامیاب ہوتی ہیں جب ہم صبر کے تقاضوں کو فراموش کرتے ہیں اور اللہ کا تقویٰ اختیار نہیں کرتے۔ چنانچہ غیر جانبداری سے اور مکمل انصاف کے ساتھ حالات کا جائزہ لیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ ہمارے سارے انفرادی و اجتماعی مسائل و مصائب کا سب سے بڑا سبب

یہ ہے کہ ہم اللہ اور اس کے رسول اور قیامت اور حساب و کتاب کا ذکر صرف کلچر اور رسم کی بنیاد پر کرتے ہیں ورنہ ان عقائد کے بارے میں ہم مکمل طور پر غیر سنجیدہ ہیں اور غیر سنجیدگی کا یہ چلن مساجد کے اندر بھی حتیٰ کہ کعبۃ اللہ کی دیواروں کے نیچے تک حاوی ہو گیا ہے چنانچہ ہم عبادات میں کوالٹی یعنی معیار اور کیفیت کا لحاظ کرتے ہی نہیں اور کوانٹٹی یعنی مقدار اور کمیت پر ہی ساری توجہ مرکوز رکھتے ہیں۔ اس طرح اللہ تبارک وتعالیٰ کے ادب واحترام کو نظر انداز کرتے ہوئے ہم جو عبادات انجام دیتے ہیں وہ محض ایک رسمی کاروائی بن جاتی ہے جس کے نتیجے میں نہ ہماری دعائیں قبول ہوتی ہیں نہ کردار کسی سانچے میں ڈھلتا ہے۔

صدر مجلس اور حضرات گرامی: ہماری اسی غیر سنجیدگی کا شاخسانہ ہے کہ ہم نے بحیثیت قوم دعوت الی اللہ کا کام تقریباً ترک کر دیا ہے۔ حالانکہ یہ فریضہ بدرجہ اولیٰ ہم پر عاید کیا گیا تھا: ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ یعنی تم وہ بہترین امت ہو جسے عامۃ الناس (یعنی دیگر اقوام) کے لیے مبعوث کیا گیا ہے۔ تمہارا لازمی منصب یہ ہے کہ تم نیکی کو پھیلاؤ اور بدی کے سامنے بند باندھو۔ لیکن افسوس امت مسلمہ مجموعی اعتبار سے اور خصوصاً پاکستانی ملت اپنے اس فریضے کو فراموش کر کے دنیاوی منفعتوں کے پیچھے پڑ گئی اور جس طرح حضرت یونسؑ کو اللہ نے ناراض ہو کر مچھلی کے پیٹ میں بند کر دیا تھا اسی طرح امت مسلمہ کو بھی زمانے کی مچھلی کے پیٹ میں قید کر دیا ہے۔ فرق یہ تھا کہ حضرت یونسؑ پیغمبر خدا تھے، اس لیے اللہ نے انہیں معاف کر دیا اور مچھلی کے پیٹ سے رہائی عطا فرما دی، لیکن امت مسلمہ سے توبہ کی توقع کیا رکھیں، کہ اس نے تو اپنی غلطی کا احساس ہی نہیں کیا ہے، اس لیے اللہ نے اسے حبس دوام سے دوچار کر دیا ہے اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک یہ امت دنیا پرستی ترک کر کے اپنے اصل فریضے کی طرف نہیں لوٹ جاتی۔

چنانچہ اس حالت عذاب سے رہائی پانے کے لیے بے حد ضروری ہے کہ دینی حلقے جنگی بنیادوں پر باقی ساری سرگرمیاں ترک کر کے توبہ اور رجوع الی اللہ کی تحریک چلائیں، عوام کے اندر،

آخرت کی جوابدہی کا احساس پیدا کریں اور اس قوم کو باور کرائیں کہ ایک بے قد خوفناک تباہ اور رسوا کر دینے والا عذاب منہ کھولے ہماری طرف بڑھ رہا ہے اور اگر ہم نے اپنے رویوں کو درست نہ کیا، خدا اور خلق خدا سے معاملات ٹھیک نہ کیے تو ہم دشمن کے کسی حملے کے بغیر ہی تاریخ کی بدترین صورت حال سے دوچار ہو جائیں گے، اس کے لیے نہایت ضروری ہے کہ ہم شدت کے ساتھ اخلاص کا عمل اختیار کریں، جدید ترین علم الکلام کا سہارا لیں اور عقلی اور سائنسی دلائل سے مسلح ہو کر "جہاد بالقرآن" کا فریضہ انجام دیں کہ قرآن نے اسے "جہاد کبیر" قرار دیا ہے۔

اس ضمن میں عرض کروں کہ ایک تحقیق کے مطابق قرآن پاک میں ڈیڑھ سو آیات فقہی مسائل کے بارے میں ہیں، جبکہ کم وبیش سات سو ستر آیات آثار کائنات اور مظاہر فطرت کے حوالے سے ہیں، لیکن افسوس کہ ہمارے مدرسین اور واعظین کرام کی غالب اکثریت انتہائی مؤثر اور ایمان افروز موضوع سے فائدہ نہیں اٹھاتی۔ نیز عام تقریروں میں وہی پر جوش اور دھواں دار انداز اپنایا جاتا ہے جو اب آؤٹ آف ڈیٹ اور فرسودہ ہو چکا ہے اور چنداں مفید نہیں ہے۔

صدر مجلس اور معزز حاضرین: اب میں آخر میں پاکستان اور عالم اسلام کے حوالے سے ایک بہت ہی نازک موضوع پر بات کرنا چاہتا ہوں۔ ہندوستان ہمارا قریب ترین ہمسایہ ہے اور وہاں کی غالب ترین آبادی ہندو مذہب کی پیروکار ہے اور جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں، ہندو مذہب کی کوئی عقلی اور سائنسی بنیاد نہیں ہے اور اس اعتبار سے اس کا کوئی مستقبل بھی نہیں ہے چنانچہ سلامت طبع رکھنے والا کوئی ذہین ہندو اس مذہب پر کاربند نہیں رہ سکتا، لیکن چونکہ پاکستان اور ہندوستان میں باہمی دشمنی ہمیشہ عروج پر رہی ہے، اس لیے نفرت کے اس ماحول میں تقسیم ہند کے بعد عام ہندو نوجوان مسلمان ہونے کا خطرہ مول نہیں لے سکے۔ چونکہ ۱۹۴۷ء کے زمانے میں اور اس کے بعد بہت عرصے تک بین الاقوامی کیمونزم کا چرچا عام تھا اور سوویت یونین کی قیادت میں کیمونسٹ سلطنت سپر پاور کی حیثیت رکھتی تھی، اس لیے ہندوستان کے ذہین نوجوان کیمونسٹ بننے میں فخر محسوس کرتے تھے۔

روس کی کمیونسٹ ایمپائر کو زوال آیا، اشتراکی سلطنت ٹکڑوں میں تقسیم ہوگئی اور کمیونزم نظریاتی اعتبار سے بھی مکمل شکست کھا گئی تو میرے ذہن میں یہ سوال بار بار سر اٹھاتا تھا کہ اب ہندوستان کا ذہین ہندو نوجوان کدھر جائے گا اور اکیسویں صدی کے آغاز کے ساتھ ہی ایک خبر پڑھ کر میں شدید تشویش میں مبتلا ہوا کہ مشرقی ہندوستان کے چھ ریاستوں میں عیسائیوں کو اکثریت حاصل ہوگئی ہے، پتہ چلا کہ امریکہ اور یورپ کی بے شمار مشنری تنظیمیں کھربوں ڈالر لے کر ہندوستان میں آ بیٹھی ہیں۔ چند سال قبل آنجہانی پوپ پال کا دورہ ہندوستان اسی حوالے سے تھا اور صدر کلنٹن بھی اسی حوالے سے بھارت آیا تھا۔ ان کوششوں کا نتیجہ یہ ہے کہ ایک تخمینے کے مطابق ہندوستان میں ہر سال آٹھ لاکھ ہندو عیسائی ہو رہے ہیں اور خدشہ یہ ہے کہ اگر صورت حال یہی رہتی ہے تو آئندہ پچاس سال تک ہندوستان عیسائی اکثریت کا ملک بن جائے گا اور اب تو صرف سیاسی حوالے سے امریکہ اور یورپ کی ہمدردیاں ہندوستان کے ساتھ ہیں، مگر پھر مذہبی تناظر میں بھی سارا یورپ اور امریکہ ہندوستان کے ساتھ کھڑا ہوگا اور ایشیا کے اس سب سے بڑے عیسائی ملک کی دستبرد سے پاکستان کے ساتھ ساتھ سارے مشرق وسطی اور وسط ایشیا کے مسلمان ملکوں کی سالمیت خطرے میں پڑ جائے گی۔

اب سوچنے کی بات یہ ہے اس صورت حال میں ہمیں کیا کرنا ہے اپنے مزاج اور افتاد طبع کے حوالے اس کا آسان اور سیدھا سادا جواب تو یہ ہے کہ اللہ مالک، کوئی بات نہیں، پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، کچھ نہیں ہوگا۔ سب ٹھیک ہو جائے گا، لیکن نہیں حضرات نہیں اب اس غیر سنجیدگی سے لا ابالی پن سے بات نہیں بنے گی، اب ہمیں گہرا تفکر اختیار کرنا ہوگا۔ بہت سنجیدگی اختیار کرنی ہوگی ورنہ حالات کا بگاڑ بہت دور تک چلا جائے گا اور ہم تاریخ کے کوڑے دان میں عبرت کا نشان بن کر رہ جائیں گے۔

اب کلیجہ تھام کر، حوصلہ مندی سے میری تجویز سنئے کہ اس صورت حال میں ہمیں ہندوستان کے بارے میں اپنے رویے اور نقطہ نظر میں انقلابی تبدیلی لانی ہوگی اور بڑی سے بڑی قربانی دے کر ہر

قیمت پر اس کے ساتھ تعلقات کو نارمل کرنا ہوگا۔ میں اصرار سے کہوں گا کہ ہمارا اپنا مستقبل، پاکستان کی سالمیت اور برصغیر میں اسلام کی اشاعت اور بقا اسی تجویز کے ساتھ منسلک ہے۔

تحدیث بالنعمت کے طور پر عرض کروں گا کہ اللہ نے مجھے نومسلموں کے بارے میں وسیع مطالعے اور تحقیق کی توفیق عطا فرمائی ہے نومسلموں پر میری تین ضخیم کتابیں ہیں۔ دو اردو میں، ایک انگلش میں اور دونوں اردو کتابیں دینی لٹریچر کی بحمداللہ تعالی مقبول ترین کتابوں میں شامل ہیں، میرے پاس نومسلموں کے بارے میں اتنا لٹریچر اور معلومات ہیں کہ شاید دنیا کی کسی بڑی لائبریری میں بھی یکجا نہ ہو۔ اس تناظر میں میرا تاثر یہ ہے کہ اشاعت اسلام کے حوالے سے ہندوستان ساری دنیا میں زرخیز ترین ملک ہے، اندازہ کیجیے کہ دونوں ملکوں میں حالات کی انتہائی خرابی کے باوجود اور ہندوستان میں انتہا پسند، فرقہ پرست ہندو تنظیموں کے باوصف ہندوستان میں اسلام گذشتہ چند سالوں میں خاصی رفتار سے آگے بڑھا ہے اور اس ضمن میں جہاں ڈاکٹر ذاکر نائیک پوری آزادی سے سرگرمیوں میں مصروف ہیں، وہاں پھلت ضلع سہارنپور کے مولانا محمد کلیم صدیقی کی کارکردگی بھی حیرت انگیز ہے اور وہ اپنے اخلاص، یقین کامل اور اللہ تبارک وتعالی پر ایمان محکم کی وجہ سے محیر العقول کارنامے انجام دے رہے ہیں اور اب تک ہزاروں غیر مسلموں کو دین حق کی نعمت سے بہرہ یاب کر چکے ہیں، کچھ عرصہ پہلے ہندوستان سے نومسلموں کے بارے میں ایک کتاب موصول ہوئی ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ہندوستان سے تعلق رکھتے ہیں اور مولانا محمد کلیم صدیقی صاحب کے ہاتھ پر مشرف با اسلام ہوئے ہیں۔ اس کتاب کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ حیرت انگیز طور خصوصاً بابری مسجد کی شہادت کے بعد ہندوستان کی فضا میں بڑی ہی خوشگوار تبدیلی واقع ہوئی ہے اور اس ضمن میں مولانا موصوف کا کردار بڑا ہی اہم اور بے حد ایمان افروز ہے، ہندوستان بھر سے حتی کہ پنجاب سے بھی خواتین اور مردان کے پاس آتے ہیں اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جاتے ہیں اور خوشگوار بات یہ کہ انتظامیہ یا عام لوگ نہ مولانا صدیقی کو ہراساں کرتے ہیں نہ مسلمان ہونے والوں کو ماضی کی طرح پریشان کرتے ہیں۔

حضرات! ہندوستان میں مسلمانوں کی آبادی کم وبیش بیس کروڑ ہے، پنجاب اور ہریانہ وغیرہ کے سوا پورے ملک کے طول وعرض میں مسلمانوں نے ملک کی تیرہ زبانوں میں شاندار اسلامی لٹریچر تیار کر رکھا ہے اور بے شمار اشاعتی ادارے پوری آزادی سے اشاعت اسلام کا کام انجام دے رہے ہیں لیکن وسیع پیمانے پر وہاں اسلام کی اشاعت میں دونوں ملکوں کے تعلقات مستقل رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔

اللہ کرے اس سلسلے میں ہم حکمت، تدبر اور دور اندیشی کا مظاہرہ کریں، خواب وخیال کی دنیا سے باہر آجائیں، زمینی حقائق کا ادراک کرلیں اور ہندوستان کے خلاف نفرت اور نعرے کا اسلوب ترک کر دیں تو مجھے پورا یقین ہے کہ ہندوستان میں کم از کم دس لاکھ ہندو سالانہ مسلمان ہو سکتے ہیں، جس کے نتیجے میں نہ صرف ہندوستان کرسچین سٹیٹ بننے سے بچ جائے گا بلکہ آئندہ پچاس سال میں انشاءاللہ مسلم اکثریت کا ملک بن جائے گا۔

ہندوستان کے ساتھ تعلقات کو معمول پر لانے میں بلاشبہ ۱۹۴۷ء کے مسلم کش فسادات بھی رکاوٹ ہیں اور کشمیر کا مسئلہ بھی آڑے آتا ہے اور عنقریب دریاؤں کے پانی کا مسئلہ کی بندش بھی ہمارے لیے موت اور زندگی کا سوال بن جائے گی، لیکن زندہ قوموں کے لیے اس طرح کے حادثات چیلنج کی حیثیت رکھتے ہیں دیکھنا یہ ہے کہ ہم چیلنجز کا مقابلہ کس طرح کرتے ہیں؟

ہندوستان کے ساتھ تعلقات معمول پر لانے کی بات کی جاتی ہے تو بعض لوگ فوراً یہ اعتراض داغ دیتے ہیں کہ ہم ایک نہیں ہیں۔ میں بھی اس کی تائید کرتا ہوں کہ ہم ہرگز ایک نہیں ہیں اور میں عاصمہ جیلانی اور فخر زمان کا قطعی ہم خیال نہیں ہوں کہ ہندوستانی اور پاکستانی اقوام دونوں ایک ہیں اور ہمیں ہر طرح کی درمیانی لکیر ختم کر دینی چاہیے، لیکن حضرات گرامی ایک نہ ہوتے ہوئے بھی ہمارے درمیان صلح ہو سکتی ہے مسلمان اور مدینہ منورہ کے یہودی ہرگز ایک نہیں تھے۔ لیکن دونوں میں میثاق مدینہ کی صورت میں ایک معاہدہ عمل میں آیا تھا، اسی طرح مسلمانوں اور کفار مکہ میں ایمان اور عقیدے کے حوالے سے ہرگز کوئی نسبت نہ تھی، لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار مکہ کے ساتھ حدیبیہ کا

معاہدہ فرمایا اور اس معاہدے سے جو بظاہر ناگوار شرائط پر مبنی تھا اور صحابہ کرامؓ اس سے خوش نہ تھے، جزیرہ نمائے عرب میں اسلام کی اشاعت اور فتوحات کا وہ سلسلہ شروع ہوا جو بالآخر فتح مکہ اور غزوہ حنین پر منتج ہوا، کیا خبر کہ ہندوستان کے حوالے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ پیش گوئی پوری ہو جائے جو صحیح مسلم کتاب الفتن میں ہے اور جس کے راوی حضرت ابو ہریرہؓ ہیں جس کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بعد کے زمانے میں مسلمانوں کا ایک گروہ جنگ کرے گا لیکن اس میں اسلحے کا استعمال نہیں ہوگا، نہ تیر چلائے جائیں گے بس وہ تین مرتبہ اللہ اکبر کہیں گے اور قلعے کی دیواریں مہندم ہو جائیں گی، مطلب یہ ہے کہ یہاں اللہ اکبر کہنے سے مراد تبلیغی مہمات ہیں، جن میں جدید ترین حوالوں سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی عظمتوں اور کمالات کا بیان ہوگا اور متعلقہ لوگ اس سے متاثر ہو کر اسلام قبول کرلیں گے، دیکھنا یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت اس پیش گوئی کو کس طرح بروئے عمل لاتی ہے۔